Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 2 No. 2 (2024)

The Influences of Iqbal on the Poetry of Jaan Faisalabadi

جان ؔفیصل آبادی کی شاعری پر اقبال کے اثرات

[1]Muhammad Shahbaz Faridi, [2]Rana Muhammad Mohsin
[1,2]PhD Scholar, Department of Urdu, Riphah International University, Faisalabad Campus
Correspondence Email: shahbazfaridi545@gmail.com

pISSN: 3007-2077
eISSN: 3007-2085

HEC approved in
Y Category

Received:20-11-2024
Accepted: 03-01-2025
Online: 09-01-2025

This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license.

Copyright: © 2024 by the author(s).

Abstract
Allama Muhammad Iqbal was a great poet and philosopher of the 20th century. The impacts of his everlasting poetry were very deep on contemporary Urdu poets as well as later poets. Jaan Faisalabadi was one of those poets in whose poetry we observe the rays of thoughts and literary styles of Iqbal.
Jaan Faisalabadi was born on April 14, 1928, in a village in district Faisalabad. His poetry has national, religious, and reformative aspects. His poetry also has romantic and realistic elements. His first poetry collection, "Jirs-o-Rubab," was published in 2007. Then "Dast-e-Kaleem" in 2008, "Yad-e-Beiza" in 2012, and "Dard-o-Darmaan" in 2016. After reading Jan Faisalabadi's poetry, there were signs of conscious imitation in his words. In this research paper, the researcher has analyzed Jan Faisalabadi's poetry in the background of the impacts of Iqbal's poetry and his universal thoughts.

Keywords:
Iqbal, Jaan Faisalabadi, Poetry, Literary Impact, Realistic Elements, Poetic Stories, Faisalabad

شاعرِ مشرق، ترجمانِ حقیقت، حکیم الامت، ڈاکٹر علامہ محمد اقبال ہمارے قومی و ملی شاعر ہیں۔ آپ نے اپنے کلام کے ذریعے بالخصوص برصغیر کے مسلمانوں اور بالعموم پوری ملتِ اسلامیہ کو خوابِ غفلت سے بیدار کیا۔ حکیم الامت علامہ محمد اقبال کی شاعری میں دردمندانہ تڑپ موجود ہے۔ ان کی شاعری اپنے عہد کے سیاسی، معاشی، سماجی اور اخلاقی مسائل پر بصیرت افروز تبصروں کا گراں قدر مجموعہ ہے۔

علامہ محمد اقبال نے ۱۹۳۰ء میں خطبہ الٰہ آباد دیا جو بعد میں پاکستان کی صورت میں ایک حقیقت بن کر ابھرا۔ اقبال کے کلام میں تصورِ خودی، تصورِ مردِ مومن، تصورِ عشق، تصورِ عقل، تصورِ تقدیر، تصورِ فن، تصورِ زمان و مکاں، تصورِ تعلیم اور تصورِ تصوف پائے جاتے ہیں۔ حکیم الامت علامہ محمد اقبال کا کلام آفاقی نوعیت کا ہے جو ہمیشہ مسلمانوں کی رہنمائی کرتا رہے گا۔

علامہ اقبال کے کلام کے اثرات اثر صہبائی، ظفر علی خان، جوش ملیح آبادی، فیض احمد فیض، علی سردار جعفری، ساغر نظامی، حفیظ جالندھری، احسان دانش، اسرار الحق مجاز، منظور حسین منظور اور جانؔ فیصل آبادی کے کلام میں ملتے ہیں۔

اقبال معاصرین اور متاخرین نے اقبال کے اسلوبِ اظہار اور طرزِ فکر کی پیروی کرنے کی کوشش کی ہے۔ جانؔ فیصل آبادی کے کلام کے مطالعہ کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اُن کے کلام میں شعوری تقلید کے آثار نظر آتے ہیں۔ وہ اقبال کے نظریات اور تصورات سے متاثر نظر آتے ہیں۔ ان کے کلام میں کلامِ اقبال کے الفاظ، تشبیہات اور استعارات پائے جاتے ہیں اور ان کی شاعری اقبال کے خیالات کا ہی مجموعہ لگتی ہے۔ جانؔ فیصل آبادی اپنے کلام میں اقبال کی پیروی کا اعتراف یوں کرتے ہیں:

> ”آج اقبالؒ جیسا نابغۂ روزگار فن کا امام نہیں، جو ملت کی نشاۃِ ثانیہ کا موجب ہو تو کیا ہوا ان کی پیروی میں وہی جادو تو جگایا ہی جا سکتا ہے، اپنی بساط کے مطابق ہی سہی۔“(۱)

جان محمد جانؔ المعروف جانؔ فیصل آبادی ۱۴ اپریل ۱۹۲۸ء کو ضلع فیصل آباد کی تحصیل سمندری کے ایک نواحی گاؤں ۲۱۳ گ ب میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام غلام رسول تھا۔ آپ نے ایم اے تک اپنی تعلیم مکمل کی۔ ۱۹۵۵ء میں آپ نے محکمہ تعلیم میں ملازمت اختیار کی۔ آپ کی شادی ۲۶ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو حیات بی بی سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے جانؔ صاحب کو ایک تخلیقی ذہن دیا۔ عقل و شعور سے نوازا۔ مال و دولت بھی عطا کیا۔ لیکن جانؔ صاحب کو اولاد جیسی نعمت سے محروم رکھا۔ یہ اس مالک کائنات کی رضا ہے۔ جانؔ فیصل آبادی ۱۳ فروری ۲۰۱۸ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ وہ انتہائی محنتی، ذہین اور سچے، صاف گو، محب الوطن انسان تھے۔ وہ حساس طبیعت کے مالک تھے۔ وہ ایک دور اندیش انسان تھے۔ وہ اپنے ارد گرد معاشرے میں موجود بیماریوں، کمزوریوں اور کوتاہیوں کو بھانپ لیتے تھے اور پھر ان کمزوریوں کا علاج اپنے کلام سے کرنے کی سعی کرتے تھے۔

ان کا کلام مقصدیت سے بھرپور ہے۔ ان کی شاعری ادب برائے زندگی کی قائل ہے۔ انھوں نے ایسا ادب تخلیق کیا ہے جس سے معاشرے کی اصلاح ہو سکے۔ وہ معاشرے میں مثبت اقدار کا فروغ چاہتے ہیں۔ معاشرے میں سکون اور امن کے خواہاں ہیں۔ آپ عربی، فارسی، انگریزی اور اردو کے ماہر تھے۔ آپ مفکر، مدبر، مدرس، ادیب، نقاد، محقق اور شاعر تھے۔ آپ

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 2 No. 2 (2024)

کی شاعری میں ملی، قومی، دینی اور اصلاحی پہلو نمایاں ہیں۔ آپ کی شاعری میں رومانیت اور حقیقت نگاری کا پہلو بھی ملتا ہے، لیکن زیادہ تر کلام ملی اور قومی شاعری پر مشتمل ہے۔ آپ کے کلام میں قرآن اور حدیث کے حوالے بھی ملتے ہیں۔

جانؔ فیصل آبادی آج کے اس نفسا نفسی اور مادہ پرستی کے دور میں انتہائی مخلص شاعر تھے جو نہ ناموری، نہ شہرت اور نہ ہی مال و دولت کی غرض رکھتے تھے۔ قوم و ملت کا درد رکھنے والے لوگ اور قومی و ملی شاعری لکھنے والے بہت کم ملتے ہیں۔ ان کی نظموں میں ملت کی داستان رقم کی گئی ہے۔ جس میں ملت کے جوانوں میں جوش اور ولولہ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ہماری اُردو شاعری میں ملی و قومی، دینی اور اصلاحی شاعری کرنے والے شاعر اتنے کم ہیں کہ ان کو ہاتھ کی انگلیوں پر گنا جاسکتا ہے۔ ان شعرا کرام میں مولانا الطاف حسین حالی، اکبر الہٰ آبادی، مولانا ظفر علی خان، حفیظ جالندھری اور علامہ اقبالؒ قابلِ ذکر ہیں۔ ان شعرا کرام کی تقلید کرتے ہوئے جانؔ فیصل آبادی نے بھی طبع آزمائی کی ہے۔ جانؔ فیصل آبادی نے اپنی شاعری میں اقبال کی پیروی کرنے کی کوشش کی ہے جب کوئی بھی انسان کسی دوسرے انسان کو اپنا آئیڈل سمجھنے لگتا ہے تو وہ ان کے اعمال اور خوبیوں کی نقل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

جانؔ فیصل آبادی کا پسندیدہ شاعر علامہ اقبال تھے اور وہ ان کے کلام سے بہت متاثر تھے اور اس لیے انھوں نے اقبال کے رنگ اور اسلوب میں طبع آزمائی کرنے کی سعی کی ہے۔ جان کی غزل ہو یا نظم پورے کلام میں اقبال کا رنگ نظر آتا ہے۔ انہوں نے اپنے کلام میں اقبال کی تراکیب، استعارات، تشبیہات اور کہیں اقبال کے خیالات و نظریات اور تصورات کو اپنے لفظوں میں استعمال کرتے ہوئے ان کی پیروی کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ کوشش ان کی آمد نہیں بلکہ شعوری کوشش معلوم ہوتی ہے۔ علامہ اقبال شاعر مشرق، حکیم الامت، ایک قادر الکلام شاعر ہیں۔ انھوں نے ہر صنف میں قلم آزمائی کی۔ ان کا کلام شک و شبہات سے بالاتر ہے۔ اقبال لکھتے ہیں:

میں شاخِ تاک ہوں، میری غزل میں ہے میرا ثمر
مرے ثمر سے مئے لالہ فام پیدا کر[۲]

اور

شاعر کی نوا ہو کہ مغنی کا نفس ہو
جس سے چمن افسردہ ہو وہ بادِ سحر کیا[۳]

اقبال کا مطمحِ نظر یہ ہے کہ کسی بھی شاعر کا مقصد یہ نہیں ہونا چاہیے کہ وہ اپنی مجبوریوں اور محرومیوں کو بیان کرے۔ شاعر ایک معاشرے کا فرد ہوتا ہے اور اُسے اس معاشرے کی ذمہ داری کا احساس ہونا چاہیے اور اپنی توانائی اور خداداد صلاحیت کو مثبت سمت میں استعمال کرے اور ایسا کلام نہ ہو کہ جس سے پورے معاشرے کا ماحول پراگندہ ہو جائے۔

جانؔ فیصل آبادی نے غزل میں طبع آزمائی کی ہے۔ لیکن ان کا زیادہ تر کلام نظموں پر مشتمل ہے۔ نظم کے مقابلے میں بہت کم غزل لکھی ہے۔ باقی شعرا کی طرح انھوں نے بھی غزل میں بیشتر موضوعات پر قلم آزمائی کی ہے۔ ان کی غزل میں حسن و عشق، محبوب کے خدو خال، محبوب سے وصال کی آرزو، عشقیہ معاملات اور تصوف کے مضامین بھی ملتے ہیں۔ ان کی غزل میں رومانیت، رجائیت اور حقیقت نگاری کے پہلو نظر آتے ہیں۔ ان کے کلام میں اقبال کے خیالات کو اپنے لفظوں میں پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ ان کے کلام میں خمریات کا ذکر بھی ملتا ہے۔ آسمان سے گلہ کرتے بھی نظر آتے ہیں۔ انہوں نے محبوب کی کنگی چوٹی سے لے کر سیاسیات معاشیات، فلسفہ، نفسیات تاریخ، کائنات کے موضوعات پر بھی قلم آزمائی کی ہے۔ اقبال کے بعد آنے والے اکثر شعرا کے ہاں اقبال کا اسلوب ملتا ہے۔ اقبال کے اسلوب کی پیروی کسی نہ کسی رنگ میں ملتی ہے۔

> "اقبال کی شخصیت بہت بڑی تھی۔ وہ گردو پیش پر چھا گئے۔ ان کا معاصر ہو کر ان سے بچنا محال تھا۔ اس کڑی آزمائش سے تقریباً ہر معاصر شاعر کو گزرنا پڑا ہے۔ بعض جلد ہی اس پیچاک سے نکل گئے بعض اسی کے ہو کر رہ گئے۔ جو اقبال کے زیرِ اثر آ گئے ان کو بعض اوقات اس کی بڑی قیمت ادا کرنا پڑی ہے۔ اپنی انفرادیت کی قربانی کوئی چھوٹی بڑی قربانی نہیں ہے اور اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ اس کا فیصلہ مستقبل کے ہاتھوں میں ہے۔"(۴)

تراکیب کے معاملے میں بھی اقبال کو باقی شعرا سے انفرادیت اس لیے حاصل ہے کہ جو تراکیب اقبال نے استعمال کیں وہ ان کی ہی وضع کردہ ہیں جیسے کہ مرغانِ قفس، گردشِ پیہم، ملتِ بیضا، شانِ سلطان، دستِ پیا، نغمہ ٔدل، گداز دل۔ جان نے بھی دانستہ ان تراکیب کا تتبع کیا ہے۔

تیرا شیشہ مئے ساقی سے خالی
بھری مینا تری کس نے اُڑالی
تو لوٹا میکدے سے دل شکستہ

نگہ ساقی نے کیوں تجھ سے چرالی
ہوا جب دین فطرت سے تو غافل
گئی تب سے تری شانِ جلالی
اذاں تری فضا میں گونجتی ہے
نہیں اس میں مگر روحِ بلالی(۵)

ان اشعار میں مئے، ساقی، شانِ جلالی اور روحِ بلال کی تشبیہات اور تلمیحات اقبال کے کلام سے ہی لی گئی ہیں۔ اس ساری غزل میں اقبال کے خیالات کا ہی پر تو نظر آتا ہے۔

غزل میں اقبال نے جن زمینوں کا استعمال کیا اور غزلیں لکھیں ان زمینوں میں مقلدینِ اقبال نے سخن آزمائی کی لیکن جانؔ نے جن زمینوں کو برتا ہے ان میں سے اقبال کی ایک مشہور غزل:

تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
میری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں(۶)

اس زمین میں جان فیصل آبادی نے غزل لکھی جسے اقبال کے ایک مصرع سے شروع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"چراغِ سحر ہوں بجھا چاہتا ہوں"
بھری بزم سے اب اٹھا چاہتا ہوں
دکھا دے جو منزل کا سیدھا سا رستہ
اندھیروں میں ایسی ضیا چاہتا ہوں
چمن کی بہت دیکھی جھوٹی بہاریں
خزاں کا ہی اب تو مزا چاہتا ہوں
جو لے جائے منزل پہ بے دست و پا کو
کوئی ایسا ہی رہنما چاہتا ہوں
عنایت کے لائق نہیں ہوں اگر میں
تو ترچھی نگاہ کی جفا چاہتا ہوں

دیئے ہر قدم گرچہ زخموں کے تحفے
زمانے سے پھر بھی وفا چاہتا ہوں
رہا جس کے ہاتھوں پریشاں ہمیشہ
وہی زلف زنجیر پا چاہتا ہوں
امید وفا رکھتا ہوں بے وفا سے
"میری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں"
نہ جنت کا طالب ، نہ حوروں کی خواہش
فقط ایک تیری رضا چاہتا ہوں(۷)

اور غزل کے مقطع میں لکھتے ہیں:

چنے پھول کوئی تو کانٹے کوئی جانؔ
یہی عدل ہے جو پوچھنا چاہتا ہوں(۸)

جانؔ فیصل آبادی کی مختلف غزلوں کے اشعار میں اقبال کے خیالات کا پرتو نظر آتا ہے۔ جانؔ لکھتے ہیں:

صدا قلقل کی ساقی! بیخودوں کا اک ترانہ
مجھے کچھ اہل دل سے درد دل اپنا سنانا ہے(۹)

اقبال نے ملی شعر بھی لکھے جن میں ملت کے معنوں کو وسعت حاصل ہے جن کا مخاطب صرف ہندوستان کے مسلمان ہی نہیں ہیں بلکہ دنیا کے کسی بھی حصے سے تعلق رکھنے والا مسلمان ملتِ اسلامیہ کا حصہ بیان کیا ہے۔ ملت اسلامیہ سے متعلق جن خیالات کا اظہار اقبال کرتے ہیں انھی کی طرز پر جانؔ کی شاعری میں بھی ملت کی فکر، اصلاح اور زوال پذیری کے ساتھ ساتھ دشمنانِ ملت کے خطرات سے آگاہی کے موضوعات ملتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

چمن والوں! گھٹا چھائی ہے فکر آشیاں کی کر لو
مجھے بجلی کا کیا ڈر ہے فضا میں جس کا کاشانہ(۱۰)
بکھر کر پتی رہ گئی میری چمن میں

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 2 No. 2 (2024)

میری ہستی کا اے بلبل بس اتنا ہی فسانہ ہے (۱۱)

اور ایک دوسری غزل کے شعر میں ساقی کا ذکر، مئے کا ذکر، خم کا ذکر اور میخانے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ مستانے کریں بھی کیا جو جائیں سوئے میخانہ
نہ وہ ساقی ، نہ وہ بادہ، نہ وہ خم ہے ، نہ پیمانہ (۱۲)

جانؔ فیصل آبادی لکھتے ہیں کہ اے گلشن والوں اپنے گھروں کی فکر کر لو اور مجھے تو برق کا کوئی ڈر نہیں ہے۔ کیونکہ میرا گھر تو فضا میں ہے۔

اقبال نے اپنی شاعری میں اپنے نوجوانوں کو مختلف جانوروں اور پرندوں کی علامات کے طور پر مخاطب کیا ہے جن میں شاہین، بلبل، شیر قابلِ ذکر ہیں۔ جان کے ہاں بھی اسی طرح کی علامتوں کا اہتمام کیا گیا ہے:

رموزِ زندگی سب فاش کر ڈالے کنایوں میں
تو سمجھا ہے اسے ناداں! گل و بلبل کا افسانہ (۱۳)

خودی تیری رہی باقی نہ غیرت کا نشاں شاہیں
بنایا جب سے تو نے آشیاں ہے ، دست شاہانہ (۱۴)

جس طرح اقبال کی غزلوں میں ایک منفرد اور جداگانہ رنگ پایا جاتا ہے اسی رنگ کی پیروی کرنے کی کوشش جان فیصل آبادی کے کلام میں بھی نظر آتی ہے۔

انھوں نے اس خاص رنگ میں خودی، امت مسلمہ کا عروج وزوال، ملت اسلامیہ سے خطاب، سیاسی مسائل، اخلاقیات، دین، فلسفہ، عشق، تصوف اور تمدن کے موضوعات کو اپنایا ہے۔ جانؔ نے اقبال کی طرز پر نظمیں بھی لکھیں جو بلاشبہ اقبال کی نظموں کی پرداخت معلوم ہوتی ہیں جن میں نئے نئے موضوعات کا حاطہ کیا گیا ہے۔

جانؔ فیصل آبادی نے شروع شروع میں غزل میں طبع آزمائی کی۔ لیکن جلد ہی نظم نگاری کی طرف اپنے قلم کو موڑا۔ جانؔ نے اپنی نظموں میں خاص طور پر قومی و ملی درد کو بیان کیا ہے۔ ان کی شاعری میں ملی، قومی اور دینی پہلو نمایاں ہے۔ انھوں نے حسن و عشق، فلسفہ، معاشیات، معاشرت، سیاسیات اور کائنات کو موضوع بنایا ہے۔

جانؔ کی نظم نگاری میں استعارات و تشبیہات کا استعمال خاص خوبی سے لیا گیا ہے۔ نظم نگاری میں تلمیحات اور قرآن و

حدیث کے حوالے بھی ملتے ہیں۔ جانؔ کی نظموں کو پڑھ کر یوں لگتا ہے کہ وہ نظم کے ذریعے ہر مسئلے کا حل چاہتے ہیں۔ وہ اپنے کلام کے ذریعے مسلمانوں کو اپنی عظمت و عزت اور وقار کو بلند اور بر قرار رکھنے کے خواہاں معلوم ہوتے ہیں۔ انھوں نے ملت اسلامیہ کا درد اپنی نظموں میں بیان کرنے کی سعی کی ہے۔

نظم نگاری سے جو کام مولانا حالی، مولانا ظفر علی خان اور حضرت اقبال نے لیا ہے وہی کام جان فیصل آباد بھی لینے کے خواہاں معلوم ہوتے ہیں۔ جس طرح اقبال نے مردِ مومن اور شاہین کی صفات کا ذکر کیا ہے اسی طرح جان فیصل آبادی نے بھی مردِ مومن کا تصور اور شاہین کی صفات کا ذکر کرنے کی سعی کی ہے۔ علامہ اقبال شاہین کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کیا میں نے اس خاک داں سے کنارا
جہاں رزق کا نام ہے آب و دانہ (۱۵)

جانؔ کہتے ہیں:

رہے جس سے غیرت نہ خود داری میری
ہے زہر اب جان لیوا وہ آب و دانہ (۱۶)

اقبال کہتے ہیں:

خیابانیوں سے ہے پرہیز لازم
ادائیں ہیں ان کی بہت دلبرانہ (۱۷)

جانؔ کہتے ہیں:

چٹانیں ہی مسکن ہے میرا ازل سے
نہیں جانتا میں ادا دلبرانہ (۱۸)

اقبال کہتے ہیں:

یہ یورپ ، یہ پچھم چکوروں کی دنیا
مرا نیلگوں آسماں بیکرانہ (۱۹)

جانؔ کہتے ہیں:

رہوں کیوں میں محصور ہو آشیاں میں
فضا میری پرواز کی بیکرانہ (۲۰)

اقبال لکھتے ہیں:

پرندوں کی دنیا کا درویش ہوں میں
کہ شاہیں بناتا نہیں آشیانہ (۲۱)

جانؔ نے اس مضمون کو یوں پیش کرنے کی کوشش کی ہے:

چمن گو تھے میری فضاؤں کے نیچے
بنایا نہ میں نے کہیں آشیانہ (۲۲)

جانؔ نے شاہین کی وہی صفات پیش کرنے کی کوشش کی ہے جو علامہ اقبال نے اپنے شاہین کی صفات بیان کی ہیں۔ جان فیصل آبادی نے بھی شاہین کے عنوان سے نظم تحریر کی ہے۔ نظم "شاہین" میں جانؔ "شاہین" کی صفات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ مثال کے لیے چند اشعار ملاحظہ کریں:

چمن گو تھے میری فضاؤں کے نیچے
بنایا نہ میں نے کہیں آشیانہ
فضا میں کیا فقر و فاقہ گوارا
نہ اترا زمین پر کبھی دیکھ دانہ (۲۳)

جانؔ فیصل آبادی ایک نظم "مردِ درویش" ہے۔ اس نظم میں درویش کی تمام خوبیاں اور صفات بیان کی گئی ہیں۔ مثال کے طور پر چند اشعار درج ہیں۔ لکھتے ہیں:

سمجھا نہیں تو اب تک خاکی کی شان کو
پہنچا وہاں جہاں پر جلتے ہیں نوری پر (۲۴)
نرمی میں موم درویش میں سنگ سخت
تخلیق میں ہے اُس کی شامل یہ دونوں در (۲۵)

اور علامہ اقبال نے کہا تھا کہ:

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
لازم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن(۲۶)

جانؔ فیصل آبادی نے "مردِ مومن" کے عنوان سے نظم لکھی ہے جس میں اقبال کے مردِ مومن کے تصور کی پیروی کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جان فیصل آبادی لکھتے ہیں:

نہیں ڈر دست آموزِ فرنگی ساحری کا
کہ رکھتا ہوں ید بیضا میں اپنی آستیں میں(۲۷)

اور اقبال نے کہا تھا:

رہے ہیں اور ہیں فرعون میری گھات میں اب تک
مگر کیا غم کہ میری آستیں میں ہے یدبیضا(۲۸)

اس کے بعد ایک اور نظم "شاہین (مردِ مومن) فرنگی سے" ہے۔ اس نظم میں شاہین کو مردِ مومن کی علامت بنا کر پیش کرتے ہوئے مرد مومن کی صفات اور خوبیوں کا تذکرہ کیا ہے اور انگریز (فرنگی) سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں:

نہیں ڈرتا میں تیری برق ریزی سے فرنگی
کہ بچپن سے مرا تو ہے فضا میں آشیانہ
نظر آتا ہوں گرچہ بزم آرا نرم خو سا
مگر ہے زندگی میری سراپا غازیانہ(۲۹)

جس طرح اقبال نے مرد مومن، انسان کامل، مرد حق، مردِ قلندر، بندہ آفاقی، بندہ مومن اور مرد خدا کی اصطلاحات استعمال کیں ہیں۔ جانؔ فیصل آبادی نے بھی اقبال کی تقلید کرتے ہوئے یہی اصطلاحات استعمال کیں ہیں۔

ابلیس و جبریل کے عنوان سے اقبال نے نظم لکھی اور جان فیصل آبادی نے بھی اقبال کی پیروی کرتے ہوئے اسی عنوان کے نام سے ایک طویل مکالمہ لکھ دیا۔ مثال کے لیے چند اشعار ملاحظہ کریں۔

علامہ اقبال نے لکھا تھا:

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 2 No. 2 (2024)

جبریل وابلیس

ہمدم دیرینہ! کیسا ہے جہانِ رنگ وبو!

ابلیس

سوز وساز ودرد وداغ وجستجوئے آرزو(۳۰)

اور جانؔ فیصل آبادی لکھتے ہیں:

جبریلؑ (ابلیس سے)

اے مرے دیرینہ ہمدم اے پرانے ہم نشیں

راز دانِ کارگاہِ خالق ارض و سما(۳۱)

اقبال کی نظم اور جانؔ کی نظم میں صرف عنوانات اور لفظوں ہی میں مماثلت نہیں بلکہ جان نے تمام خیالات اقبال ہی سے مستعار لیے ہیں۔ ان کی نظم نگاری میں اقبال کی تشبیہات، استعارات، تراکیب، الفاظ اور خیالات کی فراوانی ہے۔

آپ کو فارسی اور عربی زبان پر عبور حاصل تھا۔ عربی زبان و ادب پر مکمل دسترس رکھتے تھے جو اُن کے مذہبی لگاؤ کا پتا دیتا ہے۔ عربی زبان پر عبور ہونے پر انھوں نے جواہر القرآن کے نام سے تصنیف کی ہے۔ فارسی زبان و ادب سے بھی لگاؤ تھا۔ جس کے نتیجہ میں انھوں نے شیخ سعدی شیرازیؒ کی چند حکایات کا منظوم اُردو ترجمہ کیا اور یہ اُن کا ایک منفرد کام تھا جو اُن کے شعری لگاؤ اور رجحان کا پتا دیتا ہے۔ اُردو کے کلاسیکل شعرا کو خوب پڑھا اور خوب سمجھتے تھے۔

جانؔ فیصل آبادی ایسے کلام، ایسے ڈرامے، ایسے افسانے، ایسے ناولوں اور ایسے ادب کے خلاف تھے جن میں ملتِ اسلامیہ کی پریشانیوں، مصیبتوں، کوتاہیوں اور کمزوریوں کا علاج کرنے کی سعی نہ کی گئی ہو۔ وہ ایسے شعرا پر کڑی تنقید کرتے تھے جو ایسا ادب تخلیق کرتے ہیں جس میں محبوبہ سے وصال کی داستانیں، شراب نوشی، بہو بیٹی کے حسن کے موضوعات، جنسی کہانیاں اور انتہائی گھٹیا جذبات کے مضامین ملتے ہوں۔ جانؔ فیصل آبادی کے کلام میں جو رومانیت کا عنصر پایا جاتا ہے۔ وہ اُن کی طبیعت میں موجود ہے۔ کیونکہ وہ فطری طور پر رومانی ہیں۔ اس کے باوجود انھوں نے اپنے جذبات پر قابو رکھا اپنے قلم کا رخ اصلاحی، ملی و قومی شاعری کی طرف موڑا اور آج تک وہ اسلامی اور مقصدیت سے بھرپور شاعری تخلیق ہیں۔ ان کے کلام کا مقصد قوم کی معاشی، معاشرتی، سیاسی، دینی و تصوف اور قوم کو مہذب لٹیروں سے آگاہ کر کے ان میں اصلاح کرنا ہے۔

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 2 No. 2 (2024)

وہ یہ چاہتے ہیں کہ اُن کا کلام پڑھ کر بھٹکی ہوئی قوم راہِ راست پر آ جائے۔ جو مغرب کی اندھی تقلید میں ڈوبی ہوئی ہے۔ کوئی بھی انسان جب بھی کوئی کام کرتا ہے تو اس کا کوئی نہ کوئی منشا اور مقصد ضرور ہوتا ہے۔ کچھ شعرا اپنی ناموری، شہرت اور مشہوری کے لیے کلام شائع کرواتے ہیں۔ جانؔ فیصل آبادی نے بھی اقبال کے رنگ سخن کی تقلید کرنے کی سعی کی ہے۔ جس طرح اقبال پیر رومی سے متاثر تھے اسی طرح جانؔ فیصل آبادی علامہ اقبال سے متاثر ہیں۔ جس طرح علامہ اقبال کی شاعری جہاں مصنوعی طور پر بے حد بلند ہے۔ وہاں فنی اعتبار سے نہایت پختہ اور بے عیب ہے۔

ان کی نظموں میں استعارہ، تشبیہات اور علامات کا عمدہ استعمال ہے جبکہ زبان سادہ، شگفتہ، رواں اور دل نشیں ہے۔ ان کے کلام میں سوز و گداز بھی شدت سے ملتا ہے۔ ان کے کلام میں قوم کا درد اور تڑپ بے پناہ ہے۔ ان کے کلام سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے دل میں سارے جہاں کا درد سمایا ہوا ہے۔ نظموں میں اقبال کا اندازِ تخیل اور اسلوب بیان پایا جاتا ہے۔ الفاظ، تراکیب، بندش، تشبیہات، استعارات اقبال سے بہت کچھ مماثل ہے۔ جان کی شاعری پر اقبال کے اثرات کا جائزہ لیا گیا۔

جانؔ فیصل آبادی نے منظوم کہانیاں بھی تحریر کیں۔ ان سے اُن کا مقصد زندگی کے انفرادی، اجتماعی پہلوؤں کی اصلاح کرنا ہے۔ جانؔ فیصل آبادی مایہ ناز اور قابلِ فخر شاعر تھے جنھوں نے اپنی علمی، فنی اور ادبی صلاحیتوں کو اچھے مقصد پر نثار کر دیا۔

حوالہ جات

۱۔ جانؔ فیصل آبادی: ''دست کلیم''، (اکبر اکیڈمی، لاہور، ۲۰۰۸ء)، ص ۲۷
۲۔ اقبال، علامہ: ''کلیاتِ اقبال'' (خزینہ علم و ادب، لاہور، ۲۰۰۲ء)، ص ۴۸۷
۳۔ ایضاً، ص ۶۱۳
۴۔ غفور شاہ قاسم، ڈاکٹر: ''تعبیر حرف''، (مثال پبلشرز، فیصل آباد، ۲۰۱۴ء)، ص ۲۷۸
۵۔ جانؔ فیصل آبادی: ''دست کلیم''، ص ۳۹
۶۔ اقبال، علامہ: ''کلیات اقبال''، ص ۱۳۱
۷۔ جانؔ فیصل آبادی: ''دست کلیم''، ص ۴۹

۸۔ جانؔ فیصل آبادی: ”جرس ورباب“، (اکبر اکیڈمی، لاہور، ۲۰۰۷ء)، ص ۵۱

۹۔ ایضاً، ص ۵۲

۱۰۔ ایضاً، ص ۵۳

۱۱۔ ایضاً

۱۲۔ ایضاً، ص ۵۴

۱۳۔ ایضاً

۱۴۔ اقبال، علامہ: ”کلیاتِ اقبال“، ص ۵۰۱

۱۵۔ جانؔ فیصل آبادی: ”ید بیضا“ (اکبر لاہوری فاؤنڈیشن، لاہور، ۲۰۱۲ء)، ص ۳۸

۱۶۔ اقبال، علامہ: ”کلیاتِ اقبال“، ص ۵۰۱

۱۷۔ جانؔ فیصل آبادی: ”ید بیضا“، ص ۴۷

۱۸۔ اقبال، علامہ: ”کلیاتِ اقبال“، ص ۵۰۲

۱۹۔ جانؔ فیصل آبادی: ”ید بیضا“، ص ۴۸

۲۰۔ اقبال، علامہ: ”کلیاتِ اقبال“، ص ۵۰۲

۲۱۔ جانؔ فیصل آبادی: ”ید بیضا“، ص ۴۷

۲۲۔ ایضاً، ص ۲۲

۲۳۔ ایضاً، ص ۵۱

۲۴۔ ایضاً، ص ۵۳

۲۵۔ اقبال، علامہ: ”کلیاتِ اقبال“، ص ۵۵۳

۲۶۔ جانؔ فیصل آبادی: ”ید بیضا“، ص ۸۱

۲۷۔ اقبال، علامہ: ”کلیاتِ اقبال“، ص ۳۷۳

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 2 No. 2 (2024)

۲۸۔ جاںؔ فیصل آبادی: ''ید بیضا''، ص ۸۵

۲۹۔ ایضاً

۳۰۔ اقبال، علامہ: ''کلیات اقبال''، ص ۴۸۳

۳۱۔ جاںؔ فیصل آبادی: ''ید بیضا''، ص ۳۷